

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر ادا مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل میں ذرہ بھی تضاد نہیں پایا جاتا تھا یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا ساری دنیا کے لیے نمونہ ہے۔ یقول شاہ معین الدین احمد ندوی:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی پیغمبر کی زندگی کے چند واقعات کے سوا ان کی سوانح حیات اور اخلاق و سیرت کے حالات محفوظ نہیں ہیں۔ اور ان کا بڑا حصہ افسانوں میں گم ہے۔ اس لیے ان کی عملی زندگی کو نمونہ کی حیثیت سے پیش نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اس کے مقابلے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک خدوخال محفوظ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو جن مکار مرم اخلاق کی تعلیم دی ان کو عملًا کر کے دکھایا بھی۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کی چلتی پھرتی تصویر تھے یہی وجہ ہے کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایک سوال کے جواب میں فرماتی ہیں کہ [كَانَ خُلُقَهُ الْقُرْآن] کہ قرآن کریم ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق ہے۔ خود خالق کائنات نے اپنی بے نظیر کتاب میں اس کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا ہے "کہ "إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ" کہ آپ اخلاق کے ایک اعلیٰ مرتبے ہی فائز ہیں۔ اسی کے پیش نظر قرآن کریم میں ارشاد ہوا کہ : "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أَسْوَأُ حَسَنَةٌ"۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم نامہ جاری فرمایا تھا کہ اگر کوئی مسلمان مر جائے اور اور اس کے ذمہ کسی کا قرض ہو تو وہ میرے ذمہ ہے اس کی ادائیگی میں کروں گا اور اگر اس نے کچھ مال چھوڑا ہو تو وہ اس کے درناء کا ہے مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔

سخاوت اور فیاضی کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ خوان پر کافر اور مسلمان کی تمیز نہیں ہوتی تھی۔ جب شے سے آنے والے وند کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاں مہمان بنایا اور خود ہی ان کی میزبانی فرمائی۔

عجب واقعہ:

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ کوئی کافر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مہمان ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بگری کا دودھ دیا جو اس نے سارا پی لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بگری منگوائی اس سے دودھ نکال کر پلایا، لیکن وہ سیر نہ ہوا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات بگریوں تک کا دودھ نکال کر اسے پیش کیا اور جب تک وہ خوب سیر نہ ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے دودھ پلاتے گئے۔

مہمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ اکثر اوقات گھر میں موجود سارا ساز و سامان مہمان کو پیش کر دیتے تھے اور گھر والے فاقہ کرتے۔ فیاضی کی وجہ سے اکثر اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقر و ضر رہتے تھے۔ دنیوی امور میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہودیوں کے ساتھ بھی لیندا بینا ہوتا تھا۔ اس لیے اکثر اوقات ان کے نامناسب رویہ کو بھی برداشت کر لیتے تھے۔ اگر کبھی ایسا ہوتا کہ کسی یہودی اور مسلمان کے ما میں کوئی معاملہ آجاتا تھا اور آپ فیصلہ کرنے تو

بائل غیر جانبدارانہ فیصلہ فرماتے۔ دوسرے لوگوں کی حتی الوضع دلجمی فرمایا کرتے تھے چنانچہ ایک دفعہ نجد کے نصاریٰ کا ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت القدس میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ان کی میزبانی فرمائی اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کو صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھنے کی اجازت بھی دے دی

اپنے مذہب پر نماز پڑھنے کی اجازت بھی دے دی
قبل از نبوت کار و باری اصولوں کی پابندی اور دیانتداری کی وجہ سے لوگ آپ صلی

الله علیہ وسلم کو "امین" کہہ کر پکارتے تھے۔

سرور کائنات ہونے کے باوجود مزاج میں انتہائی عاجزی تھی، تکبر کا دور دور تک کوئی ندانہ تھا حدیث پاک میں ہے کہ کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر چل پڑتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ چل پڑتے تھے۔

راستہ چلتے ہمیشہ سلام میں پہل کرتے، کسی کو کوئی پیغام بھیجننا ہوتا تو سلام ضرور کہتے۔ کسی کا سلام پہنچایا جاتا تو یوں جواب دیتے "وَعَلَيْكَ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ"۔ بوقت ملاقات معالقہ بھی فرماتے اور مصافحہ بھی۔ مصافحہ کرنے کے بعد ہاتھ اس وقت تک نہ کھینچتے جب تک دوسرا خود ہی اپنا ہاتھ الگ نہ کر لیتا۔

کسی کے ہاں جاتے تو دروازے کے دائیں یا بائیں طرف کھڑے ہو کر پکارتے اور اجازت لینے کے لیے تین مرتبہ سلام کہتے جواب نہ ملتا تو بغیر کسی ناگواری کے واپس چلے جاتے۔ رات کو کسی سے ملنے جاتے تو اس انداز سے سلام کرتے کہ اگر وہ جاگ رہا ہو تو سن لے اور اگر سورہا ہو تو نیند میں خلل نہ آئے۔

عاجزی اور انکساری کا یہ عالم تھا کہ کبھی بھی اپنے صحابہ سے امتیازی مقام کا تقاضا نہیں کیا، ہر کام میں ان کا ساتھ دیتے۔ مجلس میں یوں بیٹھتے کہ باہر سے آنے والے اجنبی کو پوچھنا پڑتا تھا کہ "ایکم محمد" کہ تم میں محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] کون ہیں؟

ایک دفعہ سفر میں صحابہ رضی اللہ عنہم جمعیں نے ایک بکرا ذبح کیا اور آپس میں کام تقسیم کر لیے ایک نے کہا کہ کھال میں صاف کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ گوشت میں پکاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے اور جنگل کی طرف روانہ ہو گئے صحابہ نے پوچھا کہاں جا رہے ہیں

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لکڑیاں چننے کے لیے جارہا ہوں، اس پر صحابہ کرام نے عرض کیا کہ حضور! ہم لا میں گے لکڑیاں آپ تشریف رکھیں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نہیں چاہتا کہ میں تم سے ممتاز رہوں" یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور لکڑیاں عین کر لے آئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی

کسی بھی شخصیت کی عظمت کا صحیح اندازہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے گھریلو زندگی کا جائزہ نہ لیا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی بھی شخص اپنی بشری، اخلاقی اور عملی کمزوریاں اپنے گھر کے افراد سے زیادہ دیر تک پوشیدہ نہیں رکھ سکتا۔ تاریخ کے اوراق پر نظر ڈالنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے روساء، حکمران اور فاتحین کی گھریلو زندگیاں مختلف قسم کی پریشانیوں سے لبریز تھیں۔ سقراط جسے دنیا ایک سمجھدار اور عقل مند شخصیت کے طور پر جانتی ہے اس کی بیوی جھگڑا لو تھی جس کی وجہ سے سقراط اپنے پریشان رہا کرتا تھا۔ نپولین نے اپنی پہلی بیوی جوزیفائن کو گھریلو معاملات میں عدم توازن کی وجہ سے طلاق دی اور آسٹریا کی شہزادی کے ساتھ دوسری شادی کر لیں لیکن اس نے سینٹ پلینا میں نپولین کے ساتھ زندگی بسر کرنے سے انکار کر دیا۔ غالٹائی بیوی کی سرد مہری ہی غالٹائی کی موت کا باعث بن گئی۔

لیکن ان سب کے مقابلے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی زندگی انتہائی حد تک شاندار اور مثالی تھی۔ ازواج مطہرات کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک دنیا کے لیے نمونہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عورت کی حیثیت ایک جانور جیسی تھی جسے معمولی قیمت دے کر خریدا اور بیچا جاتا تھا۔ معاشرے میں عورت کا کوئی قابل قدر مقام نہیں تھا۔ بعض لوگ اپنی بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی مار دالتے تھے۔ ایسے ماحول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کر کے بہترین عملی نمونہ پیش کیا اور اپنی گھریلو زندگی ایسے انداز میں گزاری کہ دنیا کے لیے مثال بن گئی۔

گھر کے کام کا ج میں ازواج مطہرات کا ہاتھ بٹاتے، اپنے جو تے خود سیتے، کپڑوں میں بین دغیرہ خود لگاتے حتیٰ کہ کبھی کبھار جھاڑو بھی دے جاتے تھے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا نکاح بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے چھپس بر س کی عمر میں کیا، سیدہ خدیجہ کی عمر اس نکاح کے وقت چالیس بر س تھی۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا خیال رکھا کہ ان کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا نکاح نہیں کیا اور ان کی وفات کے بعد بھی ان کو یاد کرتے رہتے۔ کبھی کبھار ان کی سہیلیوں کو تحفے تحائف بھی دیتے۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تند کرہ اتنے پیار سے کرتے کہ مجھے ان پر رشک آ جاتا۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد نکاحیں کیں جن کی تعداد سیرت کی کتابوں میں گیارہ بیان کی گئی ہے۔ گیارہ نکاح کرنے کا مقصد معاذ اللہ نفس پرستی دغیرہ نہیں تھا کیونکہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم با کرہ یعنی جوان عورتوں سے نکاح کرتے جبکہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نکاح یوہ عورتوں سے کیے ہیں۔ کثرت ازواج کا مقصد صرف اور صرف اسلامی تعلیمات کو عام کرنا تھا، جب کہ بعض عورتوں سے شادی صرف ان کو ہمارا فرام کرنے کے لیے کی تھی۔

بعض نکاحوں میں اللہ کی طرف سے کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی جیسے کہ اپنے متبیٰ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کی مطلقہ بیوی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کا مقصد عرب کی ایک باطل رسم اور عقیدہ کو ختم کرنا تھا، عرب کے ہاں یہ دستور تھا کہ کوئی شخص اپنے متبیٰ کی بیوی سے اس کی طلاق کے بعد بھی نکاح نہیں کر سکتا تھا اور اسے حقیقی بہو سمجھا جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم الٰہی کی تعمیل کر کے زید رضی اللہ عنہ کی طلاق کے بعد زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کر کے اس رسم اور عقیدہ کا خاتمه کر دیا۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جہاں اپنے گھر والوں کے ساتھ بہترین سلوک کرتے وہی اپنے خادمین اور غلاموں کے ساتھ بھی انتہائی نرمی کا معاملہ کرتے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال تک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی لیکن ان در سال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کے کرنے پر یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کیا۔ اور کسی کام کے نہ کرنے پر یہ نہیں فرمایا کہ تم نے کیوں نہیں کیا۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسلمانوں کے انتظام سلطنت کا سرسری جائزہ

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں قیام فرمانے کے بعد یہاں نہیں اور قبائلی تعصبات سے پاک خالص اسلامی خطوط پر ایک مسلم ریاست کی داع غیل ڈالی۔ اہل عرب کو ایک جھنڈے کے سایہ تلے انسانیت سے بھر پور زندگی گزارنے کے گرتباۓ اور عرب جن پر کوئی حکومت کرنے کے لیے تیار نہیں تھا دنیا کے حکمران بن بیٹھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس ریاست کی بنیاد رکھی اس کا ذہانچہ کچھ یوں ہے۔

[۱] مرکزی نظام حکومت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مدینہ منورہ کو اسلامی حکومت کے دارالخلافہ کی حیثیت حاصل تھی کہ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی برآ رہست ہو رہی تھی۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محض ایک دینی پیشوائخیں تھے بلکہ وہ تمام انسانوں کے دینی اور دینی رہنماء بھی تھے، بیک وقت وہ تعلیم اور سپہ سalarی کے فرائض انجام دینے والے ایک اعلیٰ پایے کے جر نیل بھی تھے۔ اس زمانہ میں اگرچہ انتظامی امور کو کھڑکی کرنے کے لیے باقاعدہ دفتر کا قیام عمل میں نہیں آیا تھا اس لیے یہ سارے کام مسجد نبوی میں انجام پاتے تھے۔ یہیں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیگر حکمرانوں سے خط و کتابت کرتے تھے، یہیں سے لشکر روانہ ہوتے، یہیں وحی کی کتابت ہوتی تھی، غرض وہ سارے کام جو ایک حکمران کے ذمے ہوتے ہیں سب مسجد نبوی میں ہی انجام پاتے تھے۔

[۲] صوبائی نظام حکومت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ ہی میں اسلامی حکومت کی سرحدیں^(۱) دور تک پھیل گئیں تھیں اسلامی ریاست تہامہ، مکہ، حضرموت، عمان، بحرین اور مدینہ منورہ

کے ناموں سے مسمی صوبوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ ہر صوبے کا الگ والی یعنی گورنر ہوتا تھا جو وہاں کا نظم و نت چلاتا جبکہ فوج کی پہ سالاری بھی اسی گورنر کے ذمہ ہوتی تھی۔ والی کے علاوہ قاضی اور عامل بھی صوبائی مجلس عاملہ میں شامل ہوتے۔ قاضی فیصلے کرتا جبکہ عامل اور گورنر کوہ، عش اور صدقات کی رقمیں جمع کر کے سرکاری خزانے میں جمع کر داتا۔

[۳] عسکری نظام:

اگرچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کوئی خاص باقاعدہ تنخواہ دار فوج نہیں تھی لیکن بوقت ضرورت ہر مسلمان مجاہد ہتھیار لے کر میدان جنگ میں کو دپٹنے کے لیے تیار رہتا تھا۔ کفار و مشرکین کو شکست دینے کے بعد جو ممالی غیمت حاصل ہوتا تھا اس میں سے ایک خاص حصہ مسلمان مجاہدین کے درمیان تقسیم ہوتا تھا۔

جس جنگ میں آقائے وجہاں صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفس شرکت فرماتے اسے غزوہ کا نام دیا جاتا تھا۔ ایسی جنگ میں پہ سالار کے فرائض بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی انجام دیتے تھے۔ اور جس جنگ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم شرکت نہ کرتے اس کو "سریہ" کا نام دیا جاتا تھا، اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی قابل اعتماد اور حرب کے داؤ و چیز سے واقف کار خپل کو پہ سالار بننا کر روانہ فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود مہربان اور شفیق ہونے کے میدان جنگ میں نہ نئی جنگی چالوں کو بہت ہی پسند فرماتے تھے۔ ایک جنگ کے موقع پر جب سعد رضی اللہ عنہ بن ابی دناس اپنے کمان سے دشمن پر تیروں کی بارش کر رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بار بار کہتے "ارم یا سعد فدا ک ابی و امی" کہ اے سعد رضی اللہ عنہ مارو! میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔

بعض جنگوں میں اسلام کی بہادر خواتین نے وہ کارنا میں انجام دیے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ جبکہ زخیروں کی مر ہم پئی کرنا، پانی پلانا، کھانا پکانے کے لیے اکثر خواتین لشکر اسلام کے ساتھ جاتی تھیں۔

[۳] آمدنی کے ذرائع

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آمدنی کے پانچ بڑے ذرائع تھے۔

[۱] مال غیرمت: یعنی وہ مال جو مسلمانوں کو کافروں سے لٹانے کے بعد ہاتھ آئے۔

[۲] زکوٰۃ: یعنی وہ مال جو صاحب ثروت مسلمانوں سے ان کے مال کے

اڑھائی فیصد کے حساب سے وصول کیا جاتا تھا۔ یہ بیت المال میں جمع کردی جاتی تھی اور پھر غریب اور لاچار مسلمانوں پر خرچ کی جاتی۔

[۳] عشر: زمین سے اگنے والے فصل میں ایک خاص مقدار کو کہتے ہیں۔ جو زمین بارش کے پانی سے سیراب ہوتی اس میں سے اگنے والی فصل کا دسوال حصہ اور جوز میں نہری پانی سے سیراب ہوتی اس کا بیسوال حصہ۔

[۴] جزیہ: جو کافر اسلامی مملکت میں رہائش پذیر تھے ان سے بطور ٹیکس فی کس فی دینار وصول کیا جاتا تھا اور اس کے بدلتے میں ان کے مال و جان کی حفاظت کی ذمہ اسلامی حکومت پر ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال شفقت سے بچوں، عورتوں اور معذوروں کو اس سے مستثنی قرار دیا تھا۔

[۵] خراج: مسلمانوں کے ملک میں رہنے والے غیر مسلم کاشتکار سے بطور ٹیکس اس کے پیداوار کا نصف حصہ سالانہ لیا جاتا تھا اس کی ابتداء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تھی خبر کے بعد ہوئی تھی۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت ایک بے مثال سیاسی رہنمای آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کامیاب سیاسی رہنمای بھی تھے اور اپنی رعایا کی اخروی فلاح کے ساتھ ساتھ دینیوی بہتری اور فلاج و بہبود کے لیے وقایوف قاتا کارہائے نمایاں انجام دیتے رہتے تھے۔

حل الفضول، میثاق مدینہ کے نام سے معاهدہ امن، صلح حدیبیہ، فتح مکہ اور بیر دلی ممالک سے کامیاب سفارتی تعلقات آپ کی سیاسی زندگی کے چند نمونے ہیں جن کی تفصیل ہم پچھلے صفحات میں کرائے ہیں۔

حضرور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت تاجر

حضرور صلی اللہ علیہ وسلم جامع الصفات تھے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ تمام اچھی صفات آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع کر دی تھیں جن کے انوار اس کے برگزیدہ بندوں میں پائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی الوہیت کا تعارف اس کی مخلوق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرایا یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے مابین تعلق قائم کرنے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ تمام نیک صفات جمع کر دیے جو اس عظیم کام کے لیے درکار تھیں۔ ہم ان صفات کا مختصر جائزہ پیش کرتے ہیں۔

تاجر:

حضرور صلی اللہ علیہ وسلم تاجر تھے اور ایک عرصہ تک ملک شام سے تجارت کرتے رہے۔ مال کی قدر کے بارے میں فرمایا جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے۔ جو آدمی دولت کو پسند نہیں کرتا اس میں کوئی خوبی نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے وسیلہ رشتہ داروں کے حق پورے یکے جاتے ہیں اور امانت ادا کی جاتی ہے اور اس کی برکت سے آدمی دنیا کے لوگوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

ای طرح کب معاش کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی کام میں کامیاب ہواں کو لازم ہے کہ اس کو نہ چھوڑے۔

اچھے تاجر کے خواص:

ای طرح تجارت و کاروبار میں صداقت کے متعلق فرمایا:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ب سے عمدہ پیشہ ان سو اگروں کا ہے کہ جو بولتے ہیں تو چ بولتے ہیں اور اگر ان کے پاس امانت رکھوائی جائے تو خیانت نہیں کرتے اور جب وعدہ کرتے ہیں تو اس وعدے کے خلاف تباہ نہیں کرتے اور جب کوئی چیز فروخت کرتے ہیں تو اس کی بے حد تعریف نہیں کرتے اور جب کوئی چیز خریدتے ہیں تو اس کی قیمت ادا کرنے میں دیر نہیں کرتے اور ان کا ترضی کسی کے ذمہ

ہو تو مقروض پر سخت نہیں کرتے۔ اس حدیث کو اسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں بینے ہے لقل کیا گیا ہے اور اس میں تجارت و کاروبار کے اصول آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے:

- ✓ اچھے تاجر بوج بولتے ہیں۔
- ✓ اچھے تاجر امانت میں خیانت نہیں کرتے۔
- ✓ اچھے تاجر وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔
- ✓ اچھے تاجر اپنے مال کی بے حد تعریف نہیں کرتے۔
- ✓ اچھے تاجر خریدے ہوئے مال کی قیمت فوراً ادا کر دیتے ہیں۔
- ✓ اچھے تاجر اپنے مقروض پر سختی نہیں کرتے۔

ایک کامیاب تجارت کے سنبھالی اصول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیے حلال روزی کی تلاش کرنے والے کو اللہ محبوب رکھتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اپنے بندے کو حلال روزی کی تلاش میں محنت کرتا اور تکلیف اٹھاتا دیکھے۔

نا جائز آمدنی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گوشت (انسانی جسم) نے حرام آمدنی سے نشوونما پائی وہ جنت میں (سزا پائے بغیر) داخل نہیں ہوگا۔ تجارت و کاروبار کرتے وقت لوگوں کے ساتھ نرمی بر تی چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خدا اس شخص پر رحم فرمائے گا جو خرید و فروخت اور تقاضا کرنے میں نرمی اور خوش اخلاقی سے کام لیتا ہے یعنی اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے لیے دعا فرمائی ہے، جو لین دین کے معاملات میں دوسروں کے ساتھ نرمی بر تی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم کامل

اسلام میں علم کی اہمیت ہمیشہ سے مسلمہ رہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

طلب العلم فریضة علی کل مسلم۔ [ابن ماجہ]

علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

آنحضرور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حصول علم پر زور دیا ہے، بلکہ اس کی اشاعت کی بھی تاکید فرمائی ہے۔ چند ارشادات ملاحظہ ہوں:

بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْا يَةً

”پہنچاؤ میری طرف سے اگرچہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔“ [بخاری]

اس طرح حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

فَلَيُبَلِّغِ السَّاهِدُ الْعَائِبَ

”جو حاضر ہے وہ غائب تک میری تعلیم پہنچادے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیم پر اتنا ہی زور دینے کی وجہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد میں تعلیم بھی شامل تھی۔

آنحضرور صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم کے لیے ہمیشہ مناسب ذوق و شوق اور تحریک پیدا کیا کرتے تھے اور جب طبیعتیں آمادہ اور تیار ہوتیں تو پھر تلقین و تعلیم کیا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ ایک دن چھوڑ کر وقفہ سے صحابہ کو تعلیم فرمایا کرتے تھے تاکہ وہ اکتساب محسوس نہ کریں۔ پھر سوالات کے ذریعے مناسب فضا قائم کر لیتے تھے۔ مثلاً ہوشیار کون ہے؟ پہلوان کون ہے؟ اور اس طرح لوگوں کی توجہ کھینچ لیتے تھے۔

اسلام نے اس علم کی تاکید ہے جو دین و دنیا کے لیے نفع مند ہو اور غیر منافع علم کو ناپسند کیا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن مفید علم سے کبھی سیر نہیں ہوتا تھی کہ جنت میں پہنچ جاتا ہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیا کرتے تھے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ عِلْمَنَا فَإِنْعَـ

اے اللہ آپ سے مفید علم طلب کرتا ہوں۔ اور

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ
يعنی ایے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع مند نہ ہو۔

نیز فرمایا۔

اس علم کی مثال جس نے نفع نہ اٹھایا جائے مدد فون خزانے کی طرح ہے۔ [احمد۔ داری] اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اس عالم کو ہو گا جس کے علم نے اسے فائدہ نہیں پہنچایا۔ [ترمذی۔ ابو داؤد]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بمحیثت سربراہ خاندان

خاندان معاشرے کی اکائی ہے، اسی پر تہذیب و تمدن کی عمارت استوار ہوتی ہے اسلام نے خاندان کی اہمیت کے پیش نظر خاندانی زندگی کے بارے میں تفصیلی اصول و احکام دیے ہیں جس پر عمل پیرا ہو کر خاندان کا نظام احسن طریق پر چلایا جا سکتا ہے۔ مرد اور عورت کی جسمانی ساخت کے پیش نظر اسلام نے خاندانی سربراہی کی ذمہ داری مرد کو سونپی ہے۔ اب تاک معاشرے میں امن و استحکام پیدا ہو سکے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے خاندان کے سربراہ تھے رسول خدا ہونے کی دینت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور بھی بہت کی ذمہ داریاں تھیں، لیکن ان سب کے باوجود بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھریلو ذمہ داریوں سے جس طرح عہدہ برال ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار بطور سربراہ خاندان ہمیشہ کے لیے مثالی اور نمونہ عمل رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لَا هُلْكَهُ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لَا هُلْكَهُ۔

تم میں سے بہتر وہ ہے جو اہل خاندان کے لیے بہتر ہو اور میں اپنے اہل کے حق میں بہترین ہوں۔

نہ آپ کا ارشاد ہے:

بندہ جب اپنے اہل خانہ کے کسی کام سے نکلتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے ہر قدم کے عوض ایک بیکی لکھ دیتا ہے اور جب ان کی ضرورت سے فارغ ہو جاتا ہے تو اس کی مغفرت کر دیتا ہے۔
ازدواج مطہرات سے حسن سلوک:

زین آن مجید میں مومنین کے لیے حکم خداوندی ہے کہ

وَعَاشُوا هُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔ [النساء: ۱۹]

اپنی بیویوں سے اچھا سلوک کرو۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم جو مجسم قرآن مجید تھے اس آیت کی عملی تفہیم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عائلی زندگی جنت کا نمونہ تھی۔ بیویوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خیار کم خیار کم لنسائهم [ترمذی]

تم میں بہترین وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں بہترین ہیں۔

حضرت معاویہ بن جیده رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ہماری بیویوں کا ہم پر کیا حق ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جیسا تو کہائے اسے بھی کھلانے اور تو جیسا پہنئے اسے بھی پہنائے۔ اس کے منہ پرنہ مارو۔ اور نہ اسے کالی دو۔

تفہیمات:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازدواج مطہرات سے ہنسی کھیل اور ہلکی چھلکی تفتریح بھی کر لیا کرتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوڑ میں مقابلہ کرتے۔ ایک دفعہ عید کے دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حبیثیوں کے کھیل کا تماشا کر دیا اور کافی دیر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سہارے کھڑی رہیں۔ تمام ازدواج مطہرات سے مساوات اور عدل کا سلوک کرتے تھے۔ اگر ان میں بشری تقاضوں کے تحت بھی چشمک یا رقابت کا اظہار ہوتا تو حسن تدبیر سے

بائی صفائی کروادیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ نماز عصر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کے ہاں تشریف لے جاتے اور ان کی خیریت دریافت فرماتے۔

اولاد سے محبت و شفقت:

اولاد کی پیدائش کے بعد اہم فریضہ ان کی اچھی پرورش اور اچھی تربیت ہے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کسی باپ نے اپنے بیٹے کو حسن ادب سے زیادہ اچھا عطیہ نہیں دیا۔

سربراہ خاندان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کی اس طرح تربیت کرے کہ دوسروں کے محتاج نہ رہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اس شخص سے بڑا اجر کس کو مل سکتا ہے۔ جو اپنے صغير سن بچوں پر خرچ کرتا ہے اور انھیں اس کے ذریعہ دوسروں کی ضرورت سے مستغنى کر دیتا ہے۔ [ترمذی]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اولاد سے انتہائی محبت کرتے اور ان پر شفقت فرماتے۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نواسی امامہ رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھائے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے اور اسی حالت میں نماز پڑھائی رکوع میں اسے اتارتے قیام کے وقت اٹھا لیتے اسی طرح نماز ادا کی۔ اپنے فرزند ابراہیم کو عواليٰ مدینہ سے تین میل دور دیکھنے جاتے تھے بچے کو اٹھاتے منہ چومنے اور مدینہ واپس آجاتے اپنے نواسوں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مثالی تھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اقرع بن حابس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیتے دیکھا تو ہم میرے بیٹے ہیں میں نے ان میں سے کبھی کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَمْ يَرْحَمْ لَا يُرْحَمُ ”جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نواسوں سے پیار کرتے اور سننے سے پشا لیتے۔ ایک مرتبہ دلوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر سوار تھے کسی نے کہا اچھی سواری ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا سوار بھی کیسے اچھے ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی استقبال کے لیے کھڑے ہو جاتے ان کے لیے اپنی چادر پہنچاتے، انھیں اپنے پہلو میں بٹھاتے، ان کی پیشانی پر بوسہ دیتے جب سفر پر روانہ ہوتے سب پہنچاتے، آخر پر حضرت فاطمہ سے رخصت ہوتے اور واپسی پر سب سے پہلے حضرت فاطمہ سے ملتے۔ غرض بچوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور شفقت اور پیار بیٹائی تھی۔

خدام سے نرمی:

خادم کو اپنے گھر ہی کافر سمجھتے، بچوں کی طرح ان پر شفقت، رحم اور نرمی فرماتے۔ شہر خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم زید بن حارثہ غلام تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزار کر دیا۔ ان کے والد اور بچا لینے آئے اور ہر قیمت ادا کرنے کے لیے تیار تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانے نہ جانے کا معاملہ زید پر ہی چھوڑ دیا۔ لیکن انھوں نے جانے سے انکار کر دیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ رحمت کو والدین کے سایہ عاطفت پر ترجیح دی۔ اسی طرح زید کے بیٹے اسماء سے آپ اس قدر محبت کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اگر اسماء لڑکی ہوتی تو میں اس کو زیور پہناتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود دست مبارک سے ان کی ناک صاف کیا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ دس برس تک خدمت نبوی میں اے۔ ان کا بیان سے کہ اس مدت میں جتنی خدمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی میں نے کی اس تے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا بھی نہ فرمایا تھا کہ فلاں کام یوں ہے یوں کیوں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غلاموں کے لیے لفظ غلام بھی گوارہ نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انھیں غلام کہہ کرنا پکارو بلکہ ”اے جوان“ وغیرہ کے الفاظ سے پکارو۔

سادہ زندگی:

آنحضرور صلی اللہ علیہ وسلم از واج سے حسن معاشرت بچوں سے شفقت اور خدام سے زمی، خوبی کے باوجود گھر کا نظم و نق بڑے حسن و تدر سے چلاتے تھے۔ دین کے معاملے میں کسی رعایت یا نرمی سے کام نہیں لیتے تھے۔ قرآن حکیم نے مال و اولاد کو فتنہ اور آرکماش کہا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس آرکماش میں بھی نہایت کامیاب رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اور اہل خانہ سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ گھر کے کام کا ج خود بھی کر لیتے تھے اور از واج کا ہاتھ بھی بٹاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر از واج مظہرات معزز اور تمول گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں عیش و عشرت کا خونگ نہیں بننے دیا۔ حتیٰ کہ جب بشری تقاضوں کے تحت انھوں نے کشاور اور آسودہ زندگی کا مطالبہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف حکم الہی انھیں پہنچا دیا کہ میری رفاقت اور حیات عیش میں سے ایک انتخاب کرو لو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین بیٹی حضرت فاطمہ اپنے ہاتھ سے چکل پیٹی تھی گھر میں جھاؤ دیتی پانی بھرا کرتی۔ ایک دفعہ جب انھوں نے گھر کے کام کا ج کے لیے لوہنی طلب کی تو فرمایا۔ یہ فقراء اور یتامی کا حق ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت سربراہ خدا دن ان بیویوں کے لیے بہترین شوہر، اولاد کے لیے انتہائی شفیق باپ اور خدام کے لیے رحم دل آقا تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کمال انداز اور حسن خوبی سے خالقی معاملات کو چلایا وہ پوری دنیا کے لیے قابل اتباع نمونہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بحیثیت مبلغ وداعی

اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب میں فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًّا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسَرَّاجًا مُنِيبًا
ترجمہ: اے نبی! بیشک ہم نے تمھیں ایسا بنا کر بھیجا ہے کہ تم گواہی دینے والے، خوشخبری سنانے والے اور خبردار کرنے والے ہو۔ اور اللہ کے حکم سے لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے والے، اور روشنی پھیلانے والے چراغ ہو۔

ان آیات میں اللہ کریم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ:
ہم نے ہی آپ کو لوگوں کی طرف پیغمبر بنائے گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن لوگوں پر گواہ ہوں گے کہ ان کو اللہ کا دین پہنچا دیا گیا تھا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو جنت کی خوشخبری سنانے والے ہیں جنہوں نے اللہ کے دین
کو تعلیم کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو جہنم سے ڈرانے والے ہیں جنہوں نے اللہ کے دین سے
انحراف کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ اور آپ کو
حکم اللہ نے دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چمکتا ہو اچراغ ہیں جس سے لوگ ہدایت کی
ردشی حاصل کرتے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے داعی تھے۔ اور لوگوں کو اللہ کی

طرف بلاتے تھے۔ مزید اللہ کریم نے ارشاد فرمایا

بِأَيْمَانِ الرَّسُولِ بَلَّغَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنَّ لَمْ تَفْعَلْ فَقَاتِلْ فَقَاتِلْ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنْ
الثَّالِثِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ [سورہ مائدہ آیت ۷۶]

ترجمہ: اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! جو کچھ تمھارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا
ہے اس کی تبلیغ کرو۔ اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو (اس کا مطلب یہ ہو گا کہ) تم نے اللہ کا پیغام نہیں
پہنچایا۔ اور اللہ تھیس لوگوں (کی سازشوں) سے بچائے گا۔ یقین رکھو کہ اللہ کافر لوگوں کو
ہدایت نہیں دیتا۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پیغام اپنے
ہندوں تک پہنچانے کے لیے مقرر فرمایا۔ اللہ کا پیغام اس کا قرآن ہے پس حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم کے ذمے سب سے بڑا کام تبلیغ کا تھا۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کما حقہ ادا کر دیا۔ ساتھ
 ہی یہ بھی یقین دلایا کہ پیغام پہنچانے میں آپ لوگوں سے نہ ڈریں۔ میں آپ کو ان سے محفوظ
 رکھوں گا۔ نیز یہ بھی اشارہ نکلتا ہے کہ تبلیغ کے اس عظیم کام میں تکلیفیں پیش آتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورت آل عمران کی آیت نمبر ۱۵۳ میں فرمایا:

"اور ضرور ہے کہ تم میں ایک ایسی جماعت رہے جو نیکی کی طرف بلائے اور بھلائی کا حکم دے اور بدی سے روکے۔ اور یہی لوگ پورے کامیاب ہیں"۔

اس سے بھی دعوت و تبلیغ کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے کہ تم میں سے ایک جماعت یہ کام کرے گی۔ یعنی لوگوں کو اچھائی کی طرف بلائے گی۔ اور برائی سے روکے گی۔ اور یہی جماعت کامیاب ہے۔ یہاں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والوں کو کامیابی کی خوشخبری دی گئی ہے۔

حاجی امیر الدین نے سیرت طیبہ میں لکھا ہے کہ نبوت کے پہلے تین سالوں میں آپ خاموش تبلیغ کرتے رہے۔ جس کو اپنے خیال میں سمجھدار پاتے اس کو نہایت سنجیدگی سے توحید کے اصول سمجھتا تھا۔ اور ایمان کی دعوت دیتے۔ شروع میں آپ کو یہی حکم ملا تھا۔ تاکہ لوگ پہلے ہی تنفر نہ ہو جائیں۔

اللہ کریم نے سورہ سجده میں ارشاد فرمایا۔

وَمَنْ أَحْسَنْ قَوْلًا مِّنْ دَعَاءِ إِلَهٍ وَعَمِيلٍ صَالِحَا وَقَالَ إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ

ترجمہ: اور اس شخص سے بہتر بات کس کی ہوں گی جو اللہ کی طرف دعوت دیں اور نیک عمل کرے اور یہ کہ میں فرمائیں برداروں میں شامل ہوں۔

اس آیت سے دعوت و تبلیغ کی اہمیت واضح ہو گئی کہ اللہ کی طرف بلانے والے کی بات سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے؟ جبکہ وہ خود بھی نیک عمل کرتا ہے اور خود کو مسلمان اور یعنی اللہ کافر مانبردار کہتا ہے۔

حضور اصلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جو شخص کسی ناجائز امر کو ہوتے ہوئے دیکھے اگر اس پر طاقت رکھتا ہو کہ اس کو ہاتھ سے بند کر دے تو اس کو بند کر دے۔ اگر اتنی قدرت نہ ہو تو زبان سے روک دے۔ اگر اتنی قدرت بھی نہ ہو تو دل سے اس کو برا سمجھے۔ اور یہ ایمان کا بہت ہی کم درجہ ہے۔

اس حدیث میں برائی کو روکنے کے تین درجے بتائیں گئے ہیں۔

پہلا درج قوی ایمان والوں کا ہے۔ جو طاقت سے برائی کو روک دیتے ہیں۔ دوسرا
متوسط ایمان والوں کا ہے جو زبان سے ہی اسے روکتے ہیں۔ اور تیسرا ادنی ایمان والوں کا
ہے جو اسے براؤ کرتے ہیں لیکن ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں رکھتے بلکہ صرف دل سے اسے
براؤ کر سکتے ہیں۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا
ہے کہ اگر کسی جماعت اور قوم میں کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور وہ جماعت و قوم
کے باوجود قدرت کے اس شخص کو اس گناہ سے نہیں روکتی تو ان پر مرنے سے پہلے دنیا ہی میں اللہ
کا عذاب مسلط ہو جاتا ہے۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ قوم میں اگر کوئی گناہ کھلم کھلا ہوتا ہو اور قوم و جماعت
کے لوگ اسے نہ روکیں تو مرنے سے پہلے قوم و جماعت کے ان لوگوں پر اللہ کا عذاب آئے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ گناہوں سے دوسروں کونہ روکنا بھی اللہ کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔
در منثور میں برداشت ترمذی وغیرہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر یہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ امر بالمعروف اور نبی عن
النکر کرتے رہو۔ ورنہ اللہ جل جلالہ اپنا عذاب تم پر مسلط کر دیں گے پھر تم دعا بھی مانگو گے تو
نول نہ ہوگی۔

اس میں بھی تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے اور تبلیغ نہ کرنے پر اللہ کے عذاب سے ڈرایا گیا
ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر حفاظ قرآن کو خجد میں بھیجا تاکہ وہاں لوگوں کو اسلام
لھائیں لیکن یہ معونہ کے مقام پر اس علاقے کے لوگوں نے انھیں شہید کر دیا۔ تبلیغ دین کے
لیے اسلام میں شہادت کا یہ سب سے اندوہناک سانحہ تھا۔ یہ ۲۵ کا واقعہ ہے۔ نبوت کے
دوسری سال آپ طائف تشریف لے گئے اور وہاں اللہ کی توحید کا پیغام پہنچایا۔ اس پر وہاں کے سر
داروں نے بستی کے لڑکوں کو آپ کے پیچھے لگادیا کہ انھیں پتھر مارو۔ آپ لہو لہان ہو گئے، جبکہ
طائف سانحہ میں دور ہے اور آپ پیدل وہاں تشریف لے گئے تھے۔

نبوت کے پہلے چھ سالوں میں مکہ کے مشرکین نے عتبہ بن ربعہ کے ذریعے آپ کے پیغام بھجوایا کہ عرب کی جتنی چاہیں دولت لے لیں حکومت لے لیں اور سب سے حسین رضا کے لیں لیکن تبلیغ دین کے کام سے رک جائیں۔ لیکن عتبہ کو ناکامی ہوئی۔

نبوت کے پانچویں سال تقریباً ۸۰ مرد اور عورتوں نے مکہ سے جہشہ کی طرف ہجرت کی۔ اور وہ لوگ اس وقت تک وہاں رہے جب آپ نے مدینہ کو ہجرت کی۔ تبلیغ دین کی وجہ سے کفار مکہ کے ظلم و ستم کو رد اشتہ نہ کرتے ہوئے یہ لوگ ہجرت کر گئے۔

نبوت کے تیر ہویں سال جب مشرکین آپ کو عاجز نہ کر سکے اور اپنے حربوں میں ناکام ہو گئے تو آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اس پر آپ کو ہجرت کا حکم ہوا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنی میت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو ہجرت فرمائی۔ تبلیغ دین کی راہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہجرت اسلام کی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت سپہ سالار

ڈاکٹر عبدالجعفی نے اپنی کتاب اسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو اور لوگوں پر چار چیزوں میں فضیلت دی جائی ہے۔ سخاوت، شجاعت، قوت مردگی اور مقابل پر غلبہ اور آپ نبوت سے قبل بھی اور بعد یعنی زمانہ نبوت میں بھی صاحب وجاہت تھے۔

غزوہ حسین کے موقع پر کفار کے تیروں کی بوچھڑائے صحابہ کرام میں ایک قدم، یہاں پر یشانی اور تزلزل پیدا ہو گیا تھا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جگہ نے جنہش فرمائی۔ حالانکہ گھوڑے پر سوار تھے اور ابوسفیان بن حارث آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ کھڑے تھے۔ کفار چاہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کریں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے اترے اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی اور زمین سے ایک مشت خاک لے کر دشمنوں کی طرف چکنی توکوئی کافر ایمان تھا جس کی آنکھ اس خاک سے نہ بھر گئی ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت یہ شعر پڑھا۔ *أَنَّا إِلَيْنَا لَا كَذِيبٌ، أَنَّا إِبْنُ عَبْدٍ الْمُطَّلِبٍ* میں نبی ہوں اس میں محبوب نہیں، میں عبد المطلب کی اولاد ہوں۔

اس روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بہادر، شجاع اور دلیر کوئی نہ دیکھا گیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کرنے کوئی شجاع دیکھا اور نہ مضبوط دیکھا اور نہ فیاض دیکھا اور نہ دوسرے اخلاق کے اعتبار سے پسندیدہ دیکھا۔ ہم جنگ بذر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اگر میں پناہ لیے تھے اور بڑا شجاع وہ شخص سمجھا جاتا تھا جو میدانِ جنگ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک رہتا، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کے نزدیک رہتے تھے، کیونکہ اس صورت میں اس شخص کو بھی دشمن کے قریب رہنا پڑتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھائیں غزوات میں حصہ لیا اور خود سپہ سالار کے زرائض انجام دیے۔ وہ جنگ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک ہوئے غزوہ کملاتا ہے اور جن جنگوں میں خود شریک نہیں ہوئے، بلکہ اپنے صحابہ کرام کو کمانڈر بنا کر بھیجا وہ سرا یا اور بعوث کملاتی ہیں۔ سریہ کی جمع سرا یا اور بعث کی جمع بعوث ہے۔ سریہ میں کم از کم پانچ افراد اور زیادہ سے زیادہ ۱۵۰۰ افراد ہوتے ہیں۔ بعث کسی لشکر کا وہ حصہ ہے جو اس سے جدا ہو گیا ہو۔ سرا یا کی کل تعداد ستتر ہے۔

ہجرت سے پہلے جہاد کا حکم نہیں تھا۔ بلکہ ۳ ھسمہ میں جہاد کا حکم ملا۔ اب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ واقعات بیان کریں گے جن میں آپ نے بطور سپہ سالار کے فرائض انجام دیئے۔